44

دُعاؤں کے دن

(فرمودہ ۶ ؍ جون ۱۹۱۹ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آیت وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (سورۃ البقرۃ : ۱۸۷)

تلاوت فرما کر فرمایا:۔

دُعا ایک ایسا حربہ اسلام نے مسلمانوں کو دیا ہے کہ اس کے آگے کوئی قوم و مذہب نہیں ٹھہر سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ ہر ایک بات کا توڑ ہوسکتا ہے، مگر دُعا کا توڑ نہیں۔ ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ کے ہمسایہ میں ایک مالدار شخص رہتا تھا جس کو بادشاہ کے دربار میں بڑا رسوخ حاصل تھا۔ اس کے ہاں شب و روز گانا بجانا اور شراب نوشی ہوتی رہتی تھی۔ جس سے ہمسایوں کو نہ دن آرام تھا نہ رات جب ہمسایوں کی یہ تکلیف اُن بزرگ نے دیکھی۔ تو وہ اس امیر کے پاس گئے اور کہا کہ ہر مذہب و ملت کا شخص اپنے ہمسایوں کے آرام کا خیال رکھتا ہے۔ تم تو مسلمان ہو تمہیں بہت زیادہ ان کے آرام کا خیال چاہیئے۔ اس کے جواب میں اس شخص نے کہا میں کیا کروں اگر ان کو تکلیف ہوتی ہے تو ہوا کرے۔ میں مختار ہوں، جس طرح چاہوں کروں۔ کیونکہ یہ میرا گھر ہے۔ انھوں نے اُسے بہت سمجھایا، مگر جب وہ نہ ہی سمجھا تو کہا کہ اگر تم اسی طرح تکلیف دیتے رہو گے تو وہ لوگ تمہارا مقابلہ کریں گے۔ اس نے کہا وہ میرا کیا مقابلہ کریں گے۔ مَیں بادشاہ کا مقرب ہوں۔ شاہی فوج کا ایک دستہ اپنے مکان کی حفاظت کے لیے بُلوا لونگا۔ پھر دیکھونگا کہ یہ لوگ میرا کیا بگاڑ لیتے ہیں۔ وہ بزرگ اس کے جواب پر مُسکراتے۔ اور کہا کہ ان کا مقابلہ ان ظاہری سامانوں سے نہیں ہوگا۔ بلکہ ان کا مقابلہ "سہام اللیل" سے ہوگا۔ یعنی وہ تیر جو رات کو چلائے جاتے ہیں۔ (یہ عربی زبان کا محاورہ ہے۔ کہ دعا کو عربی میں سہام اللیل سے تعبیر کرتے ہیں۔ کیونکہ اندھیرے میں کی ہوئی دُعائیں اس صفائی سے نشانے پر بیٹھتی ہیں کہ دن میں چلنے والے تیر بھی انکا

مقابلہ نہیں کرسکتے ان بزرگ کے اس کہنے کا اس شخص پر ایسا اثر ہوا کہ وہ کانپ گیا۔ اور اس نے نہایت لجاجت سے کہا کہ نہ صرف یہ کہ میں رات کو ہی ان افعال سے باز رہونگا۔ بلکہ میں آپ کے ہاتھ پر ان تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ اور اب ساری عمر ان سے باز رہونگا۔

تو یہ "سہام اللیل" ایسا حربہ ہیں کہ کوئی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں فرعون کی حالت دیکھئے۔ حضرت موسیٰ اس سے بات کرتے ہیں، مگر وہ کہتا ہے۔ تم ہمارے غلام۔ اور تم ہماری روٹیوں کے پروردہ ہو۔ تم ہمارے سامنے کیا بولتے ہو۔ موسیٰؑ اس کو سمجھاتے ہیں کہ خدا کا خوف کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔ لیکن وہ کہتا ہے کون خدا ہے۔ میرے سوا کوئی خدا ہی نہیں۔ حضرت موسیٰؑ کہتے ہیں۔ اچھا اور نہیں تو میری قوم کو ہی میرے ساتھ بھیجدو۔ وہ کہتا ہے۔ ہم تمہیں قید میں ڈالیں گے۔ اور تمہارے مردوں سے اینٹیں تھپوائیں گے اور ان سے ایندھن جمع کرائیں گے۔ چنانچہ جو کہتا ہے۔ وہ کرتا ہے لیکن جب ان کے ظلم سے حضرت موسیٰ کے دل میں درد پیدا ہوا تو نہ فرعون رہا نہ اُس کا خدائی کا دعویٰ رہا۔ نہ وہ سلطنت رہی نہ وہ جلال وجبروت رہا۔ اور حضرت موسیٰؑ کے سہام اللیل نے وہ کام کیا کہ وہ ان کے مقابلہ میں عاجز ہو کر پکار اُٹھا۔ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (یونس: ۹۱) میں ایمان لاتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی جس پر بنو اسرائیل ایمان لاتے اور میں مسلمین میں سے ہوں، لیکن یہ ایمان اس وقت لایا جبکہ اس کے ایمان لانے کا وقت گذر چکا تھا۔ اور اس کی توبہ قبول نہ ہوسکتی تھی۔

اسی طرح رسول کریم کے زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں۔ دشمن آپ کو بیحد دُکھ دیتا ہے۔ ایذائیں پہنچاتا ہے، مگر آپ کی دُعا کے مقابلہ میں کوئی آکر کھڑا نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ آپ کو مکہ میں بہت دُکھ دیا گیا۔ مگر بیچ میں سے ہی ایک نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بد دُعا دیں گے۔ پھر آپ کے پاس آیا اور آکر کہا کہ بد دعا نہ کرنا کیونکہ آخر یہ تیرے رشتہ دار ہی ہیں[1] تو وہ سب کچھ کرتے تھے لیکن آپ کی دُعا کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔

پس یہ وہ ہتھیار ہے جو گو سب کو ملا۔ مگر اسلام کو نمایاں طور پر ملا ہے۔ میں نے دُعا کے متعلق ایک گذشتہ رمضان میں خطبے کہے تھے۔ جن میں میں نے خدا کے فضل سے وہ اُصول و قواعد بتائے تھے کہ ان پر عمل کرنے سے دُعا قبول ہوسکتی ہے۔ علاوہ ان اُصول کے انہی کے ماتحت اور بہت

---

[1] بخاری کتاب الاستسقاء باب اذا استشفع المشرکون بالمسلمین عند القحط

سی شاخیں ہیں جن پر عمل کرنے سے دُعا قبولیت کے زیادہ قریب ہوسکتی ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ جماعت نے ان سے بہت فائدہ اُٹھایا ہے۔ جماعت نے تو فائدہ اُٹھانا ہی تھا۔ دوسروں نے بھی فائدہ اُٹھایا ہے۔ چنانچہ ایک ہندو کے جو ولایت میں مقیم ہے اور اب دل سے مسلمان ہوچکا ہے خطوط آتے رہتے ہیں۔ وہ ایک سیاسی وجہ سے قید ہوگیا تھا۔ حال ہی میں اس نے لکھا ہے کہ مَیں اپنی رہائی کے لیے باقاعدہ ان اُصول کو پڑھ کر دُعا مانگتا رہا ہوں اور باوجود اس کے کہ دوسروں کی نسبت میرے حالات زیادہ مایوس کُن تھے۔ مگر مَیں آزاد ہوگیا ہوں۔ اور دوسرے ابھی تک آزاد نہیں ہوتے پھر وہ لکھتا ہے کہ مَیں نے اپنے ایک انگریز دوست کو بھی وہ رسالہ پڑھنے کو دیا ہے اور اُس کو کہا ہے کہ تم اس کے مطابق دُعا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد دیدے گا۔

پس دُعا ایک بڑا حربہ ہے۔ اس کے ذریعہ ناممکن باتیں ممکن ہو جاتی ہیں۔ ایک دفعہ ایک دوست نے خط لکھا۔ اور التجا سے لکھا کہ آپ میرے رشتہ کے متعلق دُعا کریں۔ مَیں نے بہت کوشش کی ہے مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ بعض جگہ فیصلہ ہو ہو کر جواب مل گیا۔ ان کا تعلق حضرت صاحب سے بھی تھا اور مجھ سے بھی۔ بعض خاص اوقات ہوتے ہیں۔ مَیں نے دُعا کی اور مجھے علم ہوگیا کہ یہ دُعا قبول ہوگئی ہے۔ اور مَیں نے ان کو لکھ دیا۔ وہ بڑی عمر کے تھے۔ اور صحت بھی اچھی نہیں رہتی تھی۔ اُنھوں نے مجھے لکھا کہ خدا نے دُعا کی قبولیت کا عجیب رنگ میں نمونہ دکھایا کہ ایک ایسی جگہ رشتہ ہوگیا ہے۔ جہاں گمان بھی نہیں تھا۔ اور ایسے گھر میں ہوا جو اِن سے زیادہ آسودہ حال تھا۔ اور اس طرح ہوا کہ لڑکی والے نے خود بُلا کر کہا کہ مَیں اپنی لڑکی آپ کے نکاح میں دیتا ہوں۔

توجہاں کوئی سامان نظر نہیں آتے۔ وہاں دُعا کام دیتی ہے۔ مگر اس بات کو وہی سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اس کی چاشنی چکھی ہے۔ دراصل دعا ڈائنامیٹ سے زیادہ مؤثر اور بم سے زیادہ کام کرنے والی ہے۔ ڈائنامیٹ چند پتھروں کو اُکھاڑ کر پھینک سکتا ہے، لیکن دُعا ساری دُنیا کو ادھر سے اُدھر کر سکتی ہے۔ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا ہی تھی جس نے سلطنتوں اور طاقتوں کو تہ وبالا کر ڈالا۔ ہر ایک طاقت جو آپ کے مقابلہ کے لیے کھڑی ہوئی گرا دی گئی۔ اسی طرح دُعا ترقی کے بڑے سے بڑے منار پر پہنچا سکتی ہے اور وہ کام کرتی ہے۔ جو خیال میں بھی نہیں آسکتے۔

مَیں نے دُعا کی طرف اپنی جماعت کو بہت دفعہ توجہ دلائی ہے اور اب پھر دلاتا ہوں کیونکہ یہ رمضان کا مہینہ ہے۔ اور یہ وہ مہینہ ہے جس کے ذکر کے دوران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُجِیْبُ

دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ کہ اس مہینہ میں دُعائیں بالخصوص قبول کی جاتی ہیں۔ اور دُعائیں خدا تعالیٰ سے مدد کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ پس چونکہ دُعا وہ چیز ہے۔ جو مشکلات سے بچاتی ہے۔ اور رمضان کی دُعائیں خصوصاً مقبول ہوتی ہیں۔ اس لیے مَیں خاص طور پر اپنی جماعت کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں رمضان میں دُعاؤں کے زیادہ قبول ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے اندر بعض خُدائی صفات پیدا کر لیتا ہے۔ خدا کے لیے کھانا چھوڑ دیتا ہے۔ پینا چھوڑ دیتا ہے۔ اور خدا ہی کے لیے راتوں کو جاگتا ہے۔ چونکہ دوسرے ایام کی نسبت رمضان کی راتوں میں زیادہ جاگتا ہے۔ اس لیے نماز کا بھی اس میں زیادہ موقع ملتا ہے اور یہ اس مہینہ میں خصوصیت ہے۔ اس لیے وہ الٰہی فضل جو جماعت سے تعلق رکھتے ہیں رمضان میں نازل ہوتے ہیں۔

رمضان کی مثال دربارِ عام سے دی جا سکتی ہے۔ پہلے بادشاہوں میں قاعدہ ہوتا تھا کہ ان کے عاملوں اور گورنروں کے ستائے ہوئے لوگ جب بادشاہ کے حضور فریاد کرنا چاہتے تھے تو کاغذ کے کپڑے پہن کر جاتے تھے۔ اس وقت بادشاہ خواہ کسی حالت میں ہوتا ان سے ملتا تھا اور کوئی وہاں اُس کو نہیں روک سکتا تھا۔ پھر ایک دربار عام ہوتا تھا۔ جس میں ہر ایک شخص جا سکتا تھا۔ تو رمضان کی مثال، دربارِ عام کی ہے۔ اگرچہ خدا کا دربار تو ہمیشہ ہی عام ہوتا ہے خواہ کوئی ہو اُس کو ہر وقت دربار میں مل سکتا ہے۔ مگر رمضان کے دن خصوصیت رکھتے ہیں۔ اس لیے ان ایام میں آپ لوگ اپنے لیے۔ اپنے دوستوں۔ عزیزوں۔ رشتہ داروں کے لیے اسلام و سلسلہ اور دین کی ترقی کے لیے اور فتنوں سے بچنے کے لیے خاص دُعائیں کریں۔ کیونکہ تمہارے لیے سوائے خدا کے اور کوئی محافظ نہیں۔ احمدی ہونے سے والدین تک دشمن ہو جاتے ہیں۔ بعض اسی قسم کے واقعات ہوئے ہیں۔ کہ لوگوں کو احمدی ہونے کی وجہ سے جائیدادوں سے بھی محروم ہونا پڑا ہے اور نہ صرف والدین کی جائیداد سے بلکہ ایسی جائیدادوں سے بھی جو اپنے روپیہ سے اُنھوں نے خریدی تھیں۔ اور طرح طرح کی ہمارے لیے مشکلات ہیں کہیں جھوٹے مقدمے بناتے جاتے ہیں۔ کہیں دُکھ دیئے جاتے ہیں۔ کہیں قتل کرنے سے دریغ نہیں کیا جاتا۔ چونکہ ہماری سب مشکلات دُعا کے ذریعہ ہی دُور ہو سکتی ہیں۔ اس لیے ہمیں رمضان کے مہینہ میں خاص طور پر دُعائیں کرنا چاہئیں۔

آج تم سے زیادہ کوئی اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کی دُعا قبول کی جائے۔ اور اس کی دُعا سنی جائے۔ کیونکہ دُعائیں سنی جانے کی دو وجہیں ہوتی ہیں۔ اوّل احتیاج جو دوسرے کے دل

میں رحم پیدا کر دیتی ہیں۔ مثلاً اگر ایک شخص جنگل میں کھانا کھا رہا ہو، کہ ایک طرف تو اس کا کوئی عزیز اسے کہے کہ ذرا ذائقہ چکھنے کے لیے مجھکو کھانا دو۔ اور دوسری طرف ایک ایسا شخص جس کی بھوک سے حالت غیر ہو رہی ہو کھانا مانگے۔ تو اگر اس شخص میں کچھ بھی شرافت ہوگی تو وہ بجائے اپنے عزیز کو کھانا دینے کے اس محتاج کو دیدے گا۔ کیونکہ اس کی حالت امداد کی محتاج ہے۔ تو احتیاج بھی ایک حق رکھتی ہے اس وقت تم ہر طرح خدا کی مدد کے محتاج ہو اور تم مظلوم ہو کیونکہ تمہیں ساری دُنیا مٹانا چاہتی ہے پھر تم سے زیادہ کون مستحق ہو سکتا ہے۔ کہ تمہارے مقابلہ میں اس کی سنی جاتے۔ علاوہ ازیں تم اس لیے بھی مستحق ہو کہ تم نے خُدا کی پکار کو سُنا۔ خدا کے نبی خدا کی پکار ہوتے ہیں۔ تم نے خدا کے نبی کو قبول کرکے خدا کو قبول کیا ہے۔ اس لیے بھی تمہیں مستحق ہو کہ تمہاری سنی جاتے۔ پس تم دونوں وجہوں سے استحقاق رکھتے ہو۔ بوجہ محتاج ہونے کے بھی اور بوجہ اس کے بھی کہ تم نے خدا کے نبی کی پکار کو سُنا۔ اس لیے تم سب سے زیادہ مستحق ہو۔ تم اگر دُعائیں کروگے۔ تو تمہاری دُعائیں قبول کی جائیں گی۔ پس تم دُعا میں خاص طور پر لگ جاؤ۔ اپنے لیے دُعائیں کرو اور ان کے لیے دعائیں کرو جو تمہارے بھائی دنیا کے مختلف حصوں میں تبلیغ میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر فضل کرے۔ یہ خطرناک ایام ہیں۔ فتنہ اور دُکھ کے دن ہیں۔

ہم آدمیوں میں نہیں بلکہ بندروں اور ریچھوں میں رہتے ہیں۔ آج جس دُنیا میں ہم ہیں وہ آدمیوں کی دُنیا نہیں۔ کیونکہ اگر ہم سچ بولتے ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں۔ تم ریا کرتے ہو۔ اگر ہم اخلاص سے کوئی کام کرتے ہیں۔ وہ اس کو خود غرضی پر محمول کرتے ہیں۔ اس لیے ہم دُنیا میں ہیں۔ مگر دنیا سے علیحدہ ہیں۔ لوگوں کے اخلاق فاضلہ گر کر ان میں حیوانیت پیدا ہو گئی ہے۔ جس طرح کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کالانعام بل ھم اضل[1] ہم جو اخلاق فاضلہ کے کام کرتے ہیں۔ وہ ان سے چڑتے ہیں۔ ایک شخص احمدی ہو جائے۔ اور جھوٹی شہادت سے پرہیز کرے اور انکار کر دے۔ تو بجائے اس کے کہ اس بات کو سچا تسلیم کریں کہتے ہیں۔ لو جی اب یہ پرہیزگار بن گئے۔ کیا ہم جانتے نہیں فریقِ مخالف سے روپیہ لیا ہے۔ اس لیے گواہی نہیں دیتے۔ اگر کوئی نوکر احمدی ہو کر رشوت لینی چھوڑ دے تو افسروں تک اس کے ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ انھیں یقین نہیں آتا کہ ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔ جو محض خدا کے خوف سے رشوت چھوڑ سکتے ہیں۔

---

[1] سورۃ الفرقان : ۴۵

ہماری جماعت کے ایک آدمی تھے وہ اب فوت ہوگئے ہیں۔ اُنھوں نے کوشش کی کہ وہ اسٹیشن ماسٹر کی حیثیت میں بٹالہ سٹیشن پر بدل دیئے جائیں۔ اُنھوں نے اپنے محکمہ کے افسر کے پاس درخواست کی اور گورنمنٹ کے متعلق جو احمدی جماعت کے خیالات ہیں۔ وہ بتائے اور کچھ رسالے وغیرہ بھی دیئے۔ اس افسر نے انھیں کہا کہ ہم تم پر بہت خوش ہیں اور تمہاری جماعت کو بہت اچھا سمجھتے ہیں۔ اس لیے تم سے رعایت کرتے ہیں کہ تم ہمیں تین سو روپیہ ماہوار دیدیا کرو۔ ہم تمہیں بٹالہ کا سٹیشن ماسٹر بنادیں گے۔ اُنھوں نے کہا کہ میری تنخواہ تو ساٹھ روپیہ ہے۔ میں تین سو روپیہ ماہوار کیسے دے سکتا ہوں۔ اُس نے کہا نہیں تمہیں بہت آمدنی ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا میں تو ایسی آمدنی لیتا نہیں۔ کیونکہ یہ ظلم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ افسوس ہم پھر مجبور ہیں۔ آپ کی بدلی نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح ایک خانساماں تھا۔ وہ ہمیشہ گھی کی بجائے چربی ڈالا کرتا تھا۔ خدا نے اسکو ہدایت دی اور وہ احمدی ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے چربی کی بجائے گھی کہ اسی کی قیمت وصول کی جاتی تھی ڈالنا شروع کیا جس پر تمام لوگوں میں شور مچ گیا کہ بہت بُرا کھانا ہوتا ہے۔ اس نے بہت یقین دلایا کہ یہ گھی خالص ہے۔ مگر اُنھوں نے باور نہ کیا، اور افسران بالا کے پاس اس کی شکایت کی۔ افسر آئے اور اس سے باز پُرس ہوئی اُس نے کہا پہلے تو میں واقعی چربی کھلاتا تھا لیکن اب جب سے میں احمدی ہوا ہوں، چربی کا استعمال ترک کر دیا۔ اور گھی استعمال کرتا ہوں۔ افسر کو کہا کہ میری بات کا یقین آپ کو اس طرح آسکتا ہے۔ کہ میں آپ کے سامنے دونوں سالن پکاتا ہوں۔ چربی کا بھی اور گھی کا بھی۔ چنانچہ پکاتے۔ چربی کے کھانے کو کھانے والوں نے پسند کیا اور گھی کے کھانے کو ناپسند، اس پر افسر نے کہدیا کہ اب اگر تم چربی استعمال کرو تو اس میں تمہارا قصور نہیں۔ تم یہی استعمال کیا کرو۔

غرض عجیب معاملہ ہے۔ لوگ ہمارے جذبات کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ وہ خیال ہی نہیں کرسکتے کہ آج بھی معاملات صفائی کے ساتھ ہوسکتے ہیں۔ ہمیں حضرت مسیح موعودؑ نے اس دُنیا سے نکال کر تیرہ سو برس پیچھے کے زمانہ میں پہنچا دیا ہے۔ جو ہمیں موجودہ زمانہ کی نسبت زیادہ پیارا ہے کیونکہ اس میں زیادہ آرام اور زیادہ تسلی ہے۔ اس زمانہ کے لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ سرکاری کونسل میں ایک مسلمان ممبر تھا۔ جو اب مستعفی ہوگیا ہے۔ ایک دفعہ کونسل میں یہ سوال پیش ہوا کہ مسلمان عورت کا ہندو مرد سے اور ہندو عورت کا مسلمان سے نکاح ہو جانا چاہیئے۔ کسی نے کہا یہ تو قرآن کریم کے خلاف ہے۔ اس نے کہا قرآن ایک تیرہ سو برس پہلے کی کتاب ہے وہ اس زمانہ کی ضروریات کو پورا

نہیں کرتی۔ یہ وہ شخص ہے جو مسلمانوں کا لیڈر کہلاتا ہے۔ اور پچھلے دنوں رولٹ ایکٹ کے خلاف اظہارِ ناراضگی کے طور پر وہ مستعفی ہو گیا ہے۔ جو شخص خدا کے قانون کو پسند نہیں کرتا۔ وہ بندوں کے قانون کو کہاں پسند کر سکتا ہے۔

پس ہم اس جہان میں رہتے ہوتے بھی ایک اور جہان میں رہتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ ہمارے خیالات ہمارے جذبات کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ہماری باتیں ان کے لیے گونگے کے اشاروں سے زیادہ نہیں۔ یہ مشکلات ہیں جو ہمیں درپیش ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت ہیں جن کا اظہار نہیں کیا جا سکتا۔ پس ہمیں چاہیئے کہ سچے دل سے دعاؤں میں مصروف ہو جائیں۔ تا خدا کے فضلوں کو جذب کر سکیں۔"

(الفضل ۲۱ر جون ۱۹۱۹ء)